اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور کی نعمت سے نواز کر انسان کو باقی مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے۔مگر افسوس کہ انسان نے اس عز وشرف کی قدر نہ کی اور اس نے عقل و دانش جیسی قیمتی چیز کو خواہشات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم کر دیا اور پھر ایسے لوگوں کے لیے جانوروں کی اصطلاحیں استعمال ہونا شروع ہوگئیں' پاکستان کی تاریخ میں ''ہارس ٹریڈنگ'' کی اصطلاح ایک روشن مثال ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب عوام کی نمائندگی کے دعویدار اسمبلی میں بیٹھنے والے انسان نما ''لوگوں'' نے دنیا کی عارضی عزت' شان وشوکت' جاہ وجلال اور اقتدار و اختیار کے لیے اپنی عزت' وقار' غیرت' ضمیر سب کچھ داؤ پر لگا کر خود کو جنسِ بازار بنا لیا۔زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں' چند دِن پہلے کے حالات کا جائزہ لے لیں تو حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ ملک کے غاصب اور ڈکٹیٹر حکمرانوں نے اپنے اقتدار کو دوام اور استحکام بخشنے کے لیے بدنامی کا وہ کون سا داغ ہے جو وطن عزیز کی پیشانی پر نہیں لگایا اور پھر شرمندگی نام کی کسی چیز سے ناواقف یہ ٹولہ قوم کے خون پسینے کی کمائی' اپنی حکومت کے جھوٹے کارناموں کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے لیے جہازی سائز کے اخباری اشتہارات پر بڑی بے دردی سے ضائع کر رہا ہے اور پھر بعض اشتہارات میں فحش اور بے ہودہ تصویر کشی بھی کی گئی۔عین الیقین کے لیے ۲۴ ستمبر کا نوائے وقت دیکھیے (شاید دوسرے اخبارات میں بھی یہی اشتہار ہو) جس میں ایک پولیس افسر ایک عورت کو بیج لگاتے دکھایا گیا ہے۔شاید یہ انداز اور منظر پورے حکمران ٹولے میں کوئی بھی اپنی بہن یا بیٹی کے لیے برداشت تو کیا پسند بھی نہ کرے۔لیکن قوم کی بہنوں' بیٹیوں کی عزت وشرافت کو یوں سر عام نیلام کر کے اپنی کارکردگی کا اظہار پرویزی حکومت کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے۔

ویسے تو پاکستانی تاریخ میں کوئی شعبہ زندگی ایسا نہیں جہاں موجودہ حکومت کی نحوستیں آشکار نہ ہوئی ہوں۔حتیٰ کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں پنجاب اگر آٹے سے محروم ہے تو کراچی جیسا بڑا شہر پانی کی بوند بوند کو ترس رہا ہے اور بعض علاقوں میں تو بیس دِن سے زائد ہو گئے کہ لوگ پانی کی نعمت سے محروم ہیں۔سرکاری بھونپو سب اچھا کے راگ الاپ رہے ہیں۔لیکن ان ساری صورتوں میں سب سے زیادہ امن عامہ کی حالت جیسی اب قابل رحم ہے شاید بدترین حالات میں بھی ان کا تصور نہیں کیا جا سکتا' کوئی شخص بھی کسی جگہ پر محفوظ نہیں۔ گھر' مسجد' بازار' شہر یا گاؤں کوئی ایک جگہ ہی ایسی بتا دی جائے کہ جہاں آدمی کی عزت' جان' اور مال کو کسی چور' ڈاکو اور لٹیرے سے خطرہ نہ ہو۔ حکمرانوں کے طرزِ عمل' غیر آئینی حرکتوں اور قانون شکن کرتوتوں کے سبب قانون کی عزت وتوقیر لوگوں کے دِلوں سے نکل گئی ہے۔

عزیز قارئین! آپ ذرا موجودہ حکومت کے آغاز سے اب تک کے سفر کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ اس حکومت کے کارندوں نے کتنی بار قانون شکنی کی' کس سنگ دِلی سے قانون کا مذاق اڑایا ہے اور اس سب کے باوجود حکومتی وزیر اور مشیر بڑے دھڑلے سے یہ بیان روزانہ کی بنیاد پر جاری کر رہے ہیں کہ یہ سب کچھ آئین اور قانون کے مطابق ہو رہا ہے اور ''یہ سب کچھ'' وہ ہے جو فرد واحد اپنی اَنا کی تسکین کے لیے کرے یا کہہ دے وہ قانون اور آئین کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

ایک منتخب حکومت کا تختہ الٹ کر اس کے کارپردازوں کو ذلیل ورسوا کرنا قانون اور آئین کے مطابق۔ اپنے من پسند افراد یا بقول شخصے ''کارنر مورتیوں'' کی حکومت قائم کرنے کے لیے آئین کی بحالی کے باوجود ہارس ٹریڈنگ کی شق کو ارکین کی مطلوبہ تعداد مکمل ہونے تک اعلانیہ معطل رکھنا' آئین وقانون کے مطابق۔ پاکستان کے کچھ شہریوں کو جلاوطن کرنا بھی آئین وقانون کے مطابق اور پھر ملک کی سب سے بڑی عدالت کے حکم کو پوری دنیا میں مذاق بنا کر عدلیہ کے لیے رسوائی کا سامان کرنا بھی قانون وآئین کے مطابق۔

سرکاری ملازم (وہ بھی ڈنڈے کے زور پر) ہوتے ہوئے ملک کے سب سے اعلیٰ عہدے پر قابض ہونا اور پھر اس قبضے کو برقرار رکھنے کے لیے تمام تر اخلاقی حدود کو پامال کرنا اور انتہا درجے کی فسطائیت کا مظاہرہ کرنا بھی قانون وآئین کے مطابق۔

تو قارئین! آپ خود ہی بتائیں کہ پھر قانون کی خلاف ورزی اور آئین شکنی کیا ہوگی؟

ایک محاورہ تو عام استعمال ہوتا ہے کہ ''جنگل کا قانون'' لیکن اس محاورے کا استعمال شاید پاکستان کے موجودہ حالات پر درست نہ ہو کہ جنگل کے جانوروں اور درندوں میں بھی کوئی نہ کوئی ضابطہ اور قاعدہ قانون ہوتا ہے۔ مگر پاکستان کے موجودہ حالات تو شاید جنگل سے بدتر صورتحال کی غمازی کرتے ہیں کہ جہاں ایک ریٹائرڈ جنرل اپنی تمام تر اسلام دشمنیوں اور وطن عزیز کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے باوجود (جنرل پرویز مشرف کا یہ بیان ''تسلیم کرتا ہوں میرے دورِ حکومت میں وفاق پاکستان کمزور ہوا ہے'' ریکارڈ پر ہے) اس بات پر بضد ہے کہ میں باوردی صدارت پر قبضہ برقرار رکھوں گا اور اپنی رعونت' تکبر اور غرور کے تمام اجزاء کو جمع کر کے نعرہ بلند کرتا ہو''میں تو ہوں۔'' اور پھر پاکستان کی سب سے بڑی عدالت میں یہ کہتے ہوئے ذرا بھر جھجک محسوس نہیں کرتا کہ ''اگر میں صدر منتخب ہوگیا تو وردی اُتار دوں گا'' جس کی وضاحت اٹارنی جنرل نے یوں کی ہے کہ اگر جنرل پرویز مشرف صدر منتخب نہ ہوئے تو وردی نہیں اتاریں گے۔ اور پھر اس مقصد کی کامیابی کے حصول کے لیے جیلیں بھر دی گئیں' راستے بند کر دیئے گئے' لوگوں کو جہاں ہیں' جیسے ہیں کی بنیاد پر جام کر دیا گیا اور تو اور وفاقی دارالحکومت کو سیل کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ چیف جسٹس آف پاکستان کو از خود نوٹس کے ذریعے عوام کو اس ذلت سے نجات دلانا پڑی۔

اب جبکہ سپریم کورٹ نے بھی نظریہ ضرورت کے مُردے کو دفن کرنے کے اعلان کے ساتھ ساتھ پھر ایک حاضر سروس جنرل کو صدارتی الیکشن لڑنے کے لیے راستہ دے دیا ہے۔ شاید عدالت عظمیٰ کے جج صاحبان کا خیال ہو کہ مُردوں کے ایصال ثواب کے لیے بھی کوئی کارنامہ ہونا چاہیے' اس فیصلے سے یقیناً نظریہ ضرورت اور اس کے بانی کی روح آسودہ ہوگئی ہوگی کہ چلو اس حمام میں مَیں اکیلا تو نہیں ہوں۔ اس پر بھی مستزاد اس فیصلے کے بعد حکومت نے جس قدر ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا ہے' وہ بھی کسی ہلاکو خاں اور چنگیز خاں کی یادیں تازہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ جس وقت یہ سطور لکھی جارہی ہیں' شاہراہِ دستور میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہی ہے الیکٹرانک میڈیا چیخ چیخ کر سرکاری ظلم کی منظر کشی کر رہا ہے۔ سرکاری کارندے تو اس کو بھی آئین وقانون کے مطابق کارروائی قرار دے دیں گے اور حکومت زیادہ سے زیادہ معذرت کا لفظ بول دے گی کیونکہ آج کل یہ بھی ایک فیشن بن چکا ہے کہ پہلے جی بھر کر قانون شکنی کرو اور پھر غیر مشروط معافی مانگ لی۔ بس! اللہ اللہ خیر صلاّ۔

جیسا کہ گذشتہ چند ماہ سے یہ ہو رہا ہے' حتیٰ کہ عدالت عظمیٰ میں بھی سرکاری اہل کار یہی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ جبکہ اس قدر اندھیر نگری شاید کسی جنگل میں بھی نہ ہو۔ اس لیے پاکستان کے موجودہ حالات پر ''جنگل کا قانون'' کا اطلاق شاید جنگل کے حالات سے عدم واقفیت اور لفظ ''قانون'' کی توہین ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆